مطالعہ قرآن حکیم

ڈاکٹر اسرار احمد

سلسلۂ تقاریر "تعارف الکتاب"

سَیَقُوۡلُ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

سَیَقُوۡلُ السُّفَہَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىہُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِہِمُ الَّتِیۡ کَانُوۡا عَلَیۡہَا ؕ قُلۡ لِّلّٰہِ الۡمَشۡرِقُ وَ الۡمَغۡرِبُ ؕ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ○ (البقرہ: ۱۴۲)

قرآن مجید کا دوسرا پارہ جو 'سیقول' کے نام سے موسوم ہے کُل کا کُل سورۃ البقرہ کی ایک سو گیارہ آیات پر مشتمل ہے یعنی آیت نمبر ۱۴۲ تا آیت نمبر ۲۵۲۔ یہ آیات تقریباً پونے سترہ رکوعوں میں منقسم ہیں، جن میں سے پہلے دو رکوعوں میں تحویلِ قبلہ کا حکم وارد ہوا ہے۔ یعنی یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ نماز میں اپنا رُخ بیت المقدس کی بجائے مسجدِ حرام یعنی خانۂ کعبہ کی طرف کریں۔ تحویلِ قبلہ کا یہ حکم درحقیقت علامت تھا اس بات کی کہ حاملِ کتابِ الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کے امین ہونے کی حیثیت سے جو مقام اور جو مرتبہ ایک طویل عرصہ سے بنی اسرائیل کو حاصل تھا، اب وہ اس مقام سے معزول کیے جاتے ہیں اور ان کی جگہ امتِ محمد علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اس مرتبہ اور مقام پر فائز کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اب بنی اسرائیل کے مرکز یعنی بیت المقدس کی بجائے آئندہ ہمیشہ ہمیش کے لیے اہلِ توحید کا قبلہ خانۂ کعبہ ہوگا۔ اس تحویلِ قبلہ کے حکم کے ضمن میں یہ بات بھی بیان فرما دی گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دراصل اس دعائے ابراہیمی کا ظہور ہے جس کا ذکر پہلے پارے کے آخر میں ہو چکا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا:

كَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِیۡکُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡکُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِنَا وَ یُزَکِّیۡکُمۡ وَ یُعَلِّمُکُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ ۔ الخ (البقرہ: ۱۵۱)

"(اے مسلمانو!) ایسے ہی ہم نے مبعوث کیا تم پر اپنا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو تمہی

میں سے ہے، تمھیں سناتا ہے ہماری آیات اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے، تمھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے کی حیثیت سے اب مسلمانوں کے کاندھوں پر جو نازک ذمہ داری آگئی ہے اس کا ذکر بھی اس دوسرے پارے کے بالکل آغاز میں فرمایا گیا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ (البقرہ:۱۴۳)

"اور اسی طرح ہم نے تمھیں بہترین امت بنایا تاکہ تم گواہ بن جاؤ پوری نوعِ انسانی پر، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہو جائیں گواہ تم پر۔"

یعنی جو پیغام ربانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تم تک پہنچایا اور تم پر اللہ کی طرف سے حجت قائم کر دی اب اسی پیغام کو پوری نوعِ انسانی تک پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہے۔ وہ دینِ حق جو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر بھیجا، جس کی تبلیغ اور جس کو دنیا میں قائم کرنا ان کا فرضِ منصبی ہے، اب وہ فرض بحیثیتِ امت تمہارے کاندھوں پر آگیا ہے۔ چنانچہ اس کے فوراً بعد خطاب شروع ہوا امتِ مسلمہ سے بحیثیت امتِ مسلمہ۔ پہلے پارے میں اکثر و بیشتر خطاب کا رُخ یہود کی طرف تھا لیکن اس پورے پارے میں خطاب امتِ مسلمہ سے ہے۔ اور آغاز ہی میں یہ پیشگی تنبیہہ فرما دی گئی کہ مسلمانو! جو نازک ذمہ داری تمہارے کاندھوں پر ہے اس کے لیے تمھیں ہر نوع کے خطرات سے دوچار ہونے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ

(البقرہ:۱۵۳)

"اے ایمان والو! مدد حاصل کرو صبر اور نماز کے ذریعے سے!"

اس راستے میں کامیابی کے لیے تمہیں صبر اور نماز سے مدد حاصل کرنی چاہیے۔ اس راہ میں ہر طرح کی آزمائشوں سے تمہیں دوچار ہونا ہوگا۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ○

(البقرہ:۱۵۵)

"اور ہم تمھیں لازماً آزمائیں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے' اور مالوں، جانوں اور ثمرات کے نقصان سے۔ اور (اے نبیؐ ان حالات میں) صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجئے۔"

اس کے فوراً بعد توحید کا ذکر ہوا۔ اس لیے کہ وہ دینِ اسلام کا اصل اصول ہے اور یہاں اس توحید کے بیان میں ایک بڑی اہم بات یہ ارشاد فرمائی گئی کہ توحید کا حاصل اور لبِّ لباب یہ ہے کہ بندے کو سب سے زیادہ اور شدید محبت اللہ کے ساتھ ہو جائے۔ دنیا کی ہر شے سے' مال و منال سے' اہل و عیال سے' حتیٰ کہ اپنی جان سے اللہ تعالیٰ کا عزیز تر اور محبوب تر ہو جانا، یہ درحقیقت توحید کا خلاصہ اور لبِّ لباب ہے۔ فرمایا: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ (البقرہ: ۱۶۵)

اس کے بعد امتِ مسلمہ سے خطاب کے ضمن میں ایک طرف احکام بیان ہوئے ہیں حلال اور حرام کے احکام' کھانے اور پینے کے سلسلے میں حلّت و حرمت کے احکام' اس کے ساتھ وراثت کے متعلق وصیت کے کچھ احکام، پھر قصاص کے متعلق کچھ احکام اور اس کے بعد حکم وارد ہوا روزہ کا، رمضان المبارک کی عظمت کے بیان کے ساتھ۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ (البقرہ: ۱۸۵)

"رمضان کا مبارک مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ نوعِ انسانی کے لیے ہدایت اور راہ نمائی اور ہدایت بھی وہ جو بیّنات پر مشتمل ہے، کھلی کھلی تعلیمات اور واضح اور روشن دلائل کے ساتھ حق اور باطل کو جدا کر دینے والی چیز۔ تو (اس مبارک مہینے کا حق یہ ہے کہ) جو کوئی اس مہینے کو پائے وہ اس میں روزے رکھے۔"

اس کے بعد حکم قتال وارد ہوا کہ اے مسلمانو! اب دعوتِ اسلامی ایک نئے مرحلہ میں داخل ہو چکی ہے۔ ہجرت سے قبل تمھیں اپنی مدافعت میں بھی ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہ دی گئی تھی۔ حکم یہ تھا کہ چاہے تمھیں مارا جائے، تمھیں دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا جائے' چاہے تمھیں تپتی ہوئی سنگلاخ زمین پر اوندھے منہ گھسیٹا جائے لیکن تمھیں اپنی مدافعت میں بھی ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ دور ہجرت پر ختم ہو چکا، اب دعوتِ اسلامی نئے دور میں داخل ہو چکی ہے۔ اب مسلح تصادم کا دور ہے،

جہاد اور قتال بالسیف کا دور ہے۔ لہٰذا اس نئے دور کے لیے اپنے آپ کو تیار کرو۔ چنانچہ چوبیسویں رکوع میں حکمِ قتال وارد ہوا ہے۔ اس کے بعد دو رکوعوں میں حج کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ مناسکِ حج کا یہ بیان اہمیت رکھتا ہے اس پہلو سے کہ جس زمانے میں یہ آیات نازل ہو رہی تھیں مسلمانوں کے لیے حج کرنا ممکن نہ تھا۔ گویا حج کے ایام میں ان آیات کی تلاوت سے مقصود تھا مسلمانوں کے جذبۂ دینی کو مشتعل کرنا اور ان کی حمیت اور غیرت کو بیدار کرنا، تاکہ انہیں یہ بات یاد رہے کہ ان کا اصل مرکز، توحید کا اصل مرکز، خانۂ کعبہ مشرکین کے زیرِ تسلط ہے۔ اس کو واگزار کرانا، مشرکین کے قبضے سے اس کو آزادی دلانا اور اس کو توحید ہی کا مرکز بنانا جس کے لیے فی الواقع اس کی تعمیر ہوئی تھی' یہ ان کا فرضِ منصبی ہے۔ یہ حکمِ قتال دوسرے پارے کے آخر میں پھر آیا ہے اور وہاں خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے یہود کی تاریخ کے اس دور کا جس میں کہ حضرت طالوت علیہ السلام کی جنگ ہوئی تھی جالوت کے ساتھ! اور یہی جنگ تھی درحقیقت جو یہود کے دورِ عظمت کی تمہید بنی تھی۔ اس جنگ ہی کے بعد حضرت داوٗد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا شان و شوکت والا دور آیا، جو یہود کی تاریخ کا زریں دور ہے اس کا آغاز ہوا۔ یہ گویا کہ مسلمانوں کے لیے ایک پیشگی خوشخبری تھی کہ ایک مسلح تصادم کے بعد وہ دور دُور نہیں ہے جبکہ اللہ کا دین سرزمینِ عرب پر غالب ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح و نصرت سے نوازے گا۔

اس دوسرے پارے کی ایک اور بھی آیت ایسی ہے جس کا اجمالی ذکر بہت مفید ہوگا۔ وہ ہے آیت نمبر ۱۷۷، اسے "آیۂ بر" کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے، جس میں اسلام کی جملہ تعلیمات کو بڑی جامعیت کے ساتھ سمو دیا گیا ہے۔ نیکی کا صرف ظاہر سے تعلق نہیں ہے۔ اعمال کا ظاہر اور ہے' ان کی رُوح اور ہے۔ حقیقی جذبۂ محرکہ کے اعتبار سے نیکی کا تعین ہوگا۔ یہ نیکی جو انسان کے تصحیحِ عقیدہ سے شروع ہوتی ہے' ایمان اس کا نقطۂ آغاز ہے۔ اور اس نیکی کا انسانی عمل اور کردار میں مظہرِ اوّل انسانی ہمدردی کا مادہ ہے۔ اور پھر معاملاتِ انسانی میں ایفائے عہد اور پھر صبر و صداقت کے لیے، سچائی کے لیے، حق کے لیے، خیر کے لیے' اللہ کے دین کے لیے، صبر و ثبات کے ساتھ ہر نوع کی تکالیف کو برداشت کرنا۔ یہ تمام اوصاف اگر انسانی سیرت اور کردار میں جمع ہو جائیں تب وہ شخص حقیقتاً نیک اور متقی کہلانے کا مستحق ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۝